انسانوں پر جناتی تصرف کی حد

* کاشف نصیر

** احمد حماد

ABSTRACT

The methodology of practicing the various forms of spiritual healing, is referred to as "Ruqyah", this tradition is as ancient as the religion itself. The belief of using divine spiritual energy to counteract the negative & sometimes satanic forces within Allah's (SWT) creation has always been a recognized science with our illustrious tradition. As a matter of fact it was the Prophet Muhammad (PBUH) who affirmed the existence of black magic (sehr), evil eye (al-ayn), jinns (creation created from fire) & the destructive force of envy (hassad). The Messenger (PBUH) equipped His nation with the necessary means to counteract such influences through his blessed practices, (Sunnah) which has been passed down as continuous river of mercy from one generation to the next. But unfortunately we observe in Pakistani Society, that people are using this term in a negative way saying themselves Aamil (Spiritual Healer), and causing negative propagation about Islam and it's concept of "Ruqyah" (spiritual healing).

Keywords: Spiritual healing, Sehr, Ruqyah, Evil eye, Black magic.

دورِ حاضر میں جہاں دوسرے علمی، آفاقی اور فقہی مباحث میں محققین نے اپنی جہود سے اسلام کی ابدی تعلیمات کو نجات دہندہ ثابت کیا ہے، وہیں آج ایک بہت اہم لیکن عوامی اور نفسیاتی نوعیت کا مسئلہ ہمارے سامنے ہے، اور بالخصوص پاکستانی معاشرہ میں اس مسئلہ نے اپنی جڑیں مضبوط کر رکھی ہیں۔ اس کا تعلق کالے علم، عامل، عملیات سے ہے، جس کی وجہ سے جادو ٹونا اور اسی طرح دوسری غیر مرئی مخلوقات کا گھر اور دوسرے خاندانی معاملات میں تصرف جیسے عقائد اور نظریات پختہ ہوتے جارہے ہیں اور اللہ پر ایمان اور توکل میں کمی کا باعث ہے جو سراسر ایک مسلمان کے لیے گھاٹے کا سامان ہے۔

زیر نظر مقالہ میں اسی موضوع پر بحث کی جائے گی کہ یہ جنات اور غیر مرئی مخلوقات کس حد تک انسانوں کے معاملات میں تصرف کا ملکہ رکھتے ہیں؟ اور ہمارے معاشرہ میں ان کے تصرف سے بچنے اور ان جنات سے آزاد کروانے کے عاملین کے مشہور طرق جو میڈیا یا اور کتب کے ذریعے دیکھے اور پڑھے جاسکتے ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے؟ قرآن و سیرت کے کن مقامات سے اس مزعومہ تصرف کا ثبوت فراہم کیا جاتا ہے؟ ان سوالات کے جوابات اس

* لیکچرر، دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

** اسسٹنٹ پروفیسر، دعوہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

مقالہ میں پیش کیے جائیں گے۔

بلا شبہ اس موضوع کا تعلق انسانی عقیدے سے ہے، اگر عقیدہ درست ہو تو انسان کی نجات و فلاح کا ضامن بنتا ہے، اور کچھ عناصر جنہیں ساحر اور عامل بھی کہنے میں مضائقہ نہیں، شیاطین جنات کے انسانوں پر تصرفات کے حوالے سے مبالغہ آرائی سے کام لے کر ان کے عقائد سے کیوں کر کھیلتے ہیں؟ حالانکہ صلحاء اور پرہیز گار افراد جو فرائض اور اذکارِ مسنونہ اور مجموعی طور پر تعلیماتِ اسلام پر عمل کا اہتمام بھی کرتے ہیں، بعض اوقات وہ بھی ان توہمات کا شکار ہو کر اپنے توکل علی اللہ میں کمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ جبکہ قرآن و حدیث میں ان شیاطین کے تصرف اصلی یعنی وسوسہ اور اس کے عواقب کا بھی سدِ باب فرمایا ہے، جیسا کہ نصوصِ قرآنی سے ثابت ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ”(شیطان) کہنے لگا: پھر تو تیری عزت کی قسم! میں ان سب کو یقیناً بہکا دوں گا، بجز تیرے ان بندوں کے جو چنیدہ اور پسندیدہ ہوں“[۱]۔ ”اور اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ سے پناہ طلب کرو“۔[۲]

البتہ پارسا جنات کو انسانوں سے شر انگیزی میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے؟ یہ فیصلہ کرنا تو عقل کے لیے بھی آسان ہے، البتہ غیر صالح جنات (فاسق، منافق اور مرتکبِ شرک شیاطین) انسانوں پر تصرف کے حوالہ سے، عوام الناس کو تو چھوڑیے اہلِ علم کے ہاں بھی بڑا مغالطہ پایا جاتا ہے۔ اور ان مغالطوں سے حضرتِ انسان کا وقار مجروح ہوتا ہے، انہیں فکری مغالطوں کا ازالہ کرنا ہی راقم کا مقصود ہے، یہاں بنیادی مفروضہ یہ ہے:

”کہ شیاطین جن جو خود مافوق الفطرت مخلوق ہے، آیا کوئی مادی روپ دھار کر انسان کو یا اس کی کسی شئے کو منتقل کر سکتے ہیں؟ قرآن و حدیث اور دیگر ادبِ اسلامی ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے؟ موضوع اگرچہ مافوق الفطرت شئے سے ہے مگر اس مفروضے کی اصل حقیقت واضح کرنا خواص و عوام کے لیے اس حد تک مفید ثابت ہو سکتا ہے کہ نہ صرف عقیدہ کی اصلاح ہو گی بلکہ کم علم و سادہ لوح لوگوں کی عزت اور جانوں اور مال کے ناحق ضیاع کا بھی سدِ باب ممکن ہو گا۔

شیطان کی دو صورتیں قرآن نے بیان کی ہیں ایک Concrete صورت انسان اور دوسری غیر مرئی شکل (فاسق، منافق، اور مشرک) جن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کیے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن“[۳]۔

اور جنات کا انسانوں پر مزعومہ تصرف کا بطلان مندرجہ ذیل آیات سے واضح ہے: ”ایمان والوں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھنے والوں پر اس کا زور مطلق نہیں چلتا“[۴]۔ اور دوسری جگہ قرآن کا بیان ہے: ”میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں، البتہ میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری بات مان لی“۔[۵]

یہاں آیات کا سیاق و سباق شیطان کو جن بتلاتا ہے شیطان کا بنیادی ہتھیار جس سے اس کا تصرف ممکن ہے، قرآن کریم نے متعدد مقامات پر وسوسہ قرار دیا ہے۔وسوسائی تحریک اور کسی طرح اس کا تصرف ممکن نہیں البتہ اس کو ترقی دیکر اس کے انجامِ بد سے دوچار ہونا از خود انسانی تکلف ہے، بلکہ رسول ﷺ نے اس حقیقت کو یوں واضح فرمایا ہے کہ: "شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھولتا، نہ کسی بندھن کو کھولتا ہے اور نہ کسی برتن کے ڈھکنے کو، اور چوہیا لوگوں کا گھر جلا دیتی ہے، ان کے گھروں کو جلا دیتی ہے"۔[٦]

وسوسہ کی حد تک تو شیطان کی چال کسی نیک انسان کو بھی جزوقتی لپیٹ میں لے سکتی ہے، مگر بروقت تجزیہ قلب کر کے استعاذہ و ذکر سے بصیرت کا ثبوت دے کر اس کے وسواس کو احساس ہونے پر غور کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰھی ہے:"جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو وہ چونک پڑتے ہیں، پھر یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔"[٧] اسی طرح کسی اور رخ پر اس کی موجودگی کو جانچنے کے کئی اور معیارات و اشارات بھی ہیں، مثلاً گدھے کی آواز پر تعوذ کی ترغیب دلائی۔ اگرچہ جنوں کا آسمان کی طرف چڑھنے کا ذکر ہے: "ہم نے آسمان کو ٹٹول کر دیکھا تو اسے سخت چوکیداروں اور سخت شعلوں سے پر پایا۔اس سے پہلے ہم باتیں سننے کے لیے آسمان میں جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے اب جو بھی کان لگاتا ہے وہ ایک شعلے کو اپنی تاک میں پاتا ہے"۔[٨]

ان کی یہ قوت اور طاقت جو کہ قدرت کی طرف سے انہیں ودیعت کی گئی ہے کی حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے، مگر ان کی لطافت کے سبب انسانوں پر تصرف ایک دوسری بات ہے، جس کے لیے واضح دلائل کی ضرورت ہے، جیسے پانی آگ کو بجھاتا ہے کتنی طاقت ہے، مگر ہم اسے پی جاتے ہیں، لیکن نقصان نہیں ہوتا۔اسی طرح اللہ تعالی نے ہر چیز کے شر اور اس کے مضر اثرات کا ایک پیمانہ مقرر فرمایا ہے، اور اسے ایک حد تک ہی رکھا ہے،اس سے تجاوز پر گرفت بھی کی ہے، مثلاً اس نے آگ پیدا فرمائی اور ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے یہی آگ ان کی گرفت کرے گی: "تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔"[٩]

انسان فطری طور پر آگ سے بھاگتا ہے یہ اس اللہ کا پیمانہ تقدیر ہے، اللہ تجاوز کرنے والے کو پسند نہیں کرتا، اسی طرح جنات لطیف مخلوق ہیں، شعلہ آگ سے وجود پزیر ہوتا ہے، بلندیوں پر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقلی کی طاقت انہیں ودیعت ہی سہی مگر انسان پر ان کا تصرف صرف وسوسے کی حد تک ہے، جیسے اللہ نے ستاروں کا مقصد رجوما للشیاطین بھی بیان فرمایا اور جیسے رحمان نے فرمایا: "اے گروہ جنات و انس !اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل بھاگو نہیں نکل سکتے مگر بڑی طاقت چاہیے"۔[١٠]

وہ طاقت جنات کے پاس نہیں جو ملائکہ کو ودیعت ہے یا جس سے نبی ﷺ کو اذنِ الٰہی سے معراج ہوگئی۔

اسی طرح جب وہ انسانوں کو نقصان دینا چاہیں تو فرمانِ الٰہی ہے: "اسکے پہرے دار انسان کے آگے پیچھے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے اسکی نگہبانی کرتے ہیں"۔[۱۱]

وسوسہ: وسوسہ لغوی اعتبار سے شکاری کے پاؤں کی آہٹ خفیف سی آواز آہٹ یا دل میں برائی کی پیدائش کو کہتے ہیں۔ یہ کام شیطان انسان بھی کر سکتا ہے مگر مخفی مخلوق ہونے کے سبب شیطان جنات بالاولی یہ کام نبھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ البتہ اس آلہ وسوسہ کو استعمال کرتے ہیں اور ممکنہ حد تک مخفی عزائم کے حصول کے لیے شیطان جن و انس باہم معاونت بھی کرتے ہیں، ارشاد ہے: "جس روز اللہ تعالی تمام خلائق کو جمع کرے گا اور کہے گا: اے جماعت جنات کی! تم نے انسانوں میں بہت سے اپنا لیے جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا اور ہم اپنی معین میعاد تک آپہنچے جو تو نے ہی ہمارے لیے معین فرمائی[۱۲]"۔ "اللہ تعالی نے شیطان کو صرف وسوسہ اندازی ہی کی طاقت عطا فرمائی ہے، یہ اختیار اس کو نہیں کہ اللہ کی بندگی کرنے والوں کو جسمانی اذیتیں دے کر بندگی کی راہ سے ہٹنے پر مجبور کر سکے۔ مگر اس صورت میں ان کی باہم (Interactions) تصرف کی جو صورت ہو سکتی ہے، اس میں یہ بات اس طرح نصوص سے اخذ نہیں ہوتی کہ جس سے تاثر ملے کہ جن لازمی طور پر انسانی یا بظاہر کسی مادی روپ میں انسانوں کے پاس آتے ہیں، جیسے بظاہر کوئی شخص کسی سے ملتا ہے بولتا ہے سنتا ہے دیکھتا ہے محسوس کرتا ہے یعنی حواسِ ظاہرہ سے Interact کرتا ہے، اگر قاری کے ذہن میں یہ بات آئے کہ جیسا کہ ارشادِ باری ہے: "لیکن شیطان نے ایسے وسوسہ ڈالا کہ کہنے لگا: کہ کیا قیامت میں تجھے دائمی زندگی کا درخت اور بادشاہت بتلاؤں کہ جو کبھی پرانی نہ ہو"۔[۱۳]

یہ ایک وسوسہ ہی کی کیفیت تھی، یہ ایک اولی انداز ہے جیسا کہ متعدد مقامات قرآنی اور خود آیات کا مدعا واضح کرتا ہے، یہاں یہ بات بھی واضح ہو جائے کہ وسوسہ کا سحر سے بنیادی تعلق ہے، کیوں کہ سحر شیطانی فن ہے، سحر لطیف اس لیے ہے کہ اس میں وسوسوں کے ذریعے کسی کے ذہن و قلب کو متاثر کیا جاتا ہے، جیسے موسیٰ علیہ السلام کو رسیاں اور ڈنڈے حرکت کرتے ہوئے دکھائی دینے لگے: "موسیٰؑ کو یہ خیال گزرنے لگا کہ انکی رسیاں اور لکڑیاں ان کے جادو کے زور سے دوڑ بھاگ رہی تھیں"۔[۱۴]

انسانی دماغ ایک قسم کا کنٹرول روم ہے، جہاں کسی شئے کا شعور و احساس ہوتا ہے، اور احساس بعض دفعہ بغیر ظاہری وجہ سے بھی ہونے لگتا ہے، جیسا کہ خواب میں ذائقہ محسوس ہونا آواز سنائی دینا، ہوا لگنا وغیرہ شیطان ان مقامات پر براہ راست اثر پیدا کرتا ہے۔

اپنے مخصوص عزائم و مقاصد کے لیے ساحر بھی شیطان من الانس اور اولیاء الشیطان ہے، اس لیے اس کی عملیات پیچیدہ شعبدے ہوتے ہیں جن کے ذریعے وسوسائی تحریکیں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے؛ کیوں کہ ان کا عقدِ موالات شیطانی قوتوں (جن وانس) سے ظاہر ہوتا ہے، یہ لوگ بھی ظاہر میں جن دیکھنے کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔

جن: قرآن و حدیث کے ادب میں جن یا شیطان کے الفاظ سے مراد محض مکلف مخلوق جنات کے علاوہ بھی بہت کچھ مراد ہے، ان احادیث کے مفہوم میں کچھ مغالطے پیدا ہوتے ہیں لہٰذا ان الفاظ سے دیگر کیا مراد ہو سکتی ہے؟ اس کا اختصار سے جائزہ لینا بھی از حد ضروری ہے، جن اس کی جمع جِنة آئی ہے ان کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔ انسان کے مقابلے میں روحانیوں کو جن کہا جاتا ہے جو حواس سے مستور ہیں اس صورت میں جن کا لفظ ملائکہ اور شیاطین دونوں کو شامل ہے۔ لہٰذا تمام فرشتے جن ہیں، لیکن تمام جن فرشتے نہیں[15]۔

حضرت ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جنات کی ایک قسم: وہ ہوتی ہے جن کے پر ہوتے ہیں، اور وہ ہوا میں اڑتے رہتے ہیں۔ دوسری قسم: کے جنات وہ ہیں جو سانپوں اور کتوں کی شکل میں ہوتے ہیں۔ تیسری قسم: ان جنات کی ہے جو مختلف مقامات پر پڑاؤ کرتے ہیں اور سفر پر رہتے ہیں"۔[16]

قرآن کریم میں ۱۹ مقامات پر لفظ "جن" استعمال ہوا ہے اور ایک جگہ سورت رحمان میں لفظِ جان استعمال ہوا ہے، روایت حدیث ہے: "رسول اللہ ﷺ نے ان چھپے ہوئے سانپوں کے مارنے سے منع فرمایا ہے جو گھروں کے اندر ہوتے ہیں"۔[17] اسی طرح ایک اور روایت میں ہے: "سفید رنگ کے پتلے سانپوں کے قتل سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔"[18]

ان سانپوں کے قتل سے جو باریک ہلکے گھروں میں رہتے ہیں؛ کیوں کہ یہ سانپ کاٹتے نہیں ہیں، اس طرح سبز رنگ کے پیلے سانپ جو درختوں پر پھرتے ہیں یا سمندر کے سانپ، اسی طرح ارشادِ الٰہی ہے کہ: "موسیٰ علیہ السلام نے جب اسے (عصا) کو ہلتا دیکھا اس طرح کہ گویا وہ ایک سانپ ہے"۔[19]

جان کا لفظ قرآن کریم میں ہے، یہ ایک قسم کے سانپ ہیں، جو بہت تیزی سے حرکت کرنے والے اور کنڈلی لگانے والے ہوتے ہیں[20] جان چھوٹے سانپ کو بھی بولا جاتا ہے[21]، كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا کے تحت امام طبری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: جنس من الحیات معروف[22]، اسی طرح امام طبری نے دوسری جگہ کہا کہ: واحدہ جن، وھو نوع من الحیات[23]۔ امام راغبؒ کی رائے میں سانپ کے حرکت کرنے کو بھی عربی زبان میں جان کہتے ہیں۔[24]

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: قرآن میں ثعبان نر سانپ کے لیے آیا ہے، افاعی زہر والا سانپ، اسود کالا ناگ[۲۵] اسی طرح زُوارات البیوت وہ سفید سانپ ہیں جو گھروں میں رہتے ہیں وہ کسی کو اذیت نہیں پہنچاتے، انہیں عوامر بھی کہا جاتا ہے[۲۶]۔ جنگلات کے جانوروں کو خبر دار کرنے کی ضرورت نہیں حل و حرم میں جہاں پاؤ قتل کر دو ان میں سانپ بھی ہیں[۲۷]۔

صحیح مسلم کی روایت ہے ابو سائب، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: إِنَّ بِالْمَدِينَةِ جِنًّا قَدْ أَسْلَمُوا، فَإِذَا رَأَيْتُمْ مِنْهُمْ شَيْئًا، فَآذِنُوهُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، فَإِنْ بَدَا لَكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ، فَاقْتُلُوهُ، فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ، یعنی وہ کافر جن ہیں یا شریر سانپ ہیں۔

مدینے میں جن ہیں جو اسلام لے آئے ہیں، اگر تین دن کے بعد بھی نہ جائے تو شیطان سمجھ کر مارنے کی اجازت ہے۔ یہاں "اسلموا" سے تاثر ملتا ہے کہ کہیں مسلم جن ہی سانپ کی شکل میں مدینہ مین پناہ گزین نہ ہوں اگر ایسا ہو بھی تو بھی یہ صرف مدینہ سے متعلق مخصوص بات ہے؛ کیوں کہ آپ نے مدینے کے لفظ سے تخصیص فرمادی ہے۔ اس کو کسی دوسری جگہ کے لیے دلیل بنانا محلِ نظر ہے، اگر ایسا مان بھی لیا جائے تو تب یہ خبر دینے والے پیغمبر ﷺ تھے، اب کس پیمانے سے اندازہ ہو گا کہ یہ محض سانپ ہیں؟ یا مکلف مخلوق جن؟ جبکہ عرب لوگ سانپ کے لیے جن اور شیطان دونوں الفاظ استعمال کرتے ہیں۔[۲۸]

ان الفاظ و کلمات کا استعمال اگر بر محل نہ سمجھا جائے تو مغالطہ ہوتا ہے اس پر متزاد یہ کی حدیث مبارکہ میں "اسلموا" کا لفظ مطیع کے معنی میں استعمال ہونے کا بھی احتمال ہے، ان سے مراد کلیتاً "عوامر" ہوں جو پر امن اور بے ضرر گھروں میں پناہ گزین رہتے ہیں، بغاوت نہیں کرتے مگر چونکہ سانپ ہیں شر کا احتمال رہتا ہے، جو شور سے با آسانی نکل جاتے ہیں مگر شر پسند زہریلے سانپ نکلنے کا امکان کم ہو بھی تو حدیث بالا میں سانپ کے مضر ہونے پر شیطان کا لفظ بمقابلہ "اسلموا" جو وارد ہوا، جو اسکے قتل کا جواز دیتا ہے اسلام کا مزاج ہی نہیں ہے کہ بے ضرر کو ضرر دیا جائے۔

شیطان: اب ذرا بات شیطان کی بابت ہو جائے تاکہ حدیث میں اس لفظ کے ورود کا اطلاق مکلف جنات پر کر کے مفہوم و معنی کے مغالطوں سے بچنا ممکن ہو کہ جس سے عجیب تر نظریات (Perceptions) جنم لیتے ہیں۔ اس مغالطے سے بچنا ہی حدیث میں وارد لفظ شیطان کو محض مکلف جنات تصور کرنے کی راہ میں قوی مانع ٹھہرتا ہے، عرب لوگ شیطان کو بھی سانپ کہتے ہیں[۲۹]۔

حق کے خلاف اسی شرارت کی وجہ سے انسان بھی شیطان قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالی ہے کہ:
جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ۔[۳۰]

غالباً اس سرکشی اور شرارت کے سبب شیطان کو بھی سانپ کہا ہے، جیسا کہ صاحبِ منجد رقم طراز ہیں: سانپ کو اس کی ایزا کی وجہ سے شیطان کہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں سورت صافات میں ہے کہ: ''جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں''[۳۱]۔ گویہ اس آیت میں شیطان کے سر سے مراد سانپوں کے سر یا ناگ بھی ہیں اور اس پودے کے شگوفے ایسے ہی ہوں گے۔[۳۲]

حدیث میں بھی رُءوسُ الشیطان کا ذکر ہوا ہے، جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استفسار پر آپ ﷺ نے ایک مقام کا ذکر کیا جہاں کی کیفیت ایسی ہی تھی۔ **وَاللَّهِ لَكَأَنَّ مَاءَهَا نُقَاعَةُ الحِنَّاءِ، وَلَكَأَنَّ نَخْلَهَا رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ۔** اسی طرح امام راغبؒ فرماتے ہیں: شیطان ہر سرکشی کرنے والی چیز کو کہتے ہیں، خواہ اس کا تعلق جن و انس سے ہو یا حیوانات سے۔[۳۳]

فرشتہ کا انسانی یا کسی مادی روپ میں ظاہر ہونا قرآن و حدیث میں ملے گا، مگر شیطان جنات کا اپنی ہیئت بدلنا قرآن و حدیث سے کہیں ثابت نہیں، اگر چہ قدرت نے ان کی لطافت کی بنا پر انہیں کتنی ہی طاقت سے نوازا ہو، مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ: محض شیطان اور جن کا اطلاق مکلف جنات پر نہیں ہوتا؛ کیوں کہ شیطان انسان اور سانپ کو اس کی ضرر رسائی کی وجہ سے کہا گیا ہے، اور جن فرشتے سانپ اور کتے کے لیے بھی عربوں میں مستعمل رہا ہے۔

اس کے مفاہیم کو پورے طور پر سیاق و سباق میں نہ سمجھنے اور قرآن و حدیث میں استعمال ان الفاظ میں اختلاطِ معنوی کے سبب یہ مغالطہ یقینی طور پر پیدا ہوتا ہے کہ شیطان جنات (مکلف مخلوق) مختلف روپ بدل لیتے ہیں، از خود انسانوں کی اشیاء ٹھکانہ بدلی کر لیتے ہیں، غائب کر لیتے ہیں گلے دبا دیتے ہیں، جس کے سبب عاملوں باوؤں کی دوکانیں چمک اٹھتی ہیں۔

اگرچہ علماء نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ جس نے جنات کا انکار کیا ظاہر کے خلاف ان کی کوئی تاویل کی تو وہ کافر و مشرک ہے، اور اس کا خون اور مال حلال ہے، جیسا کہ امام ابن حزم ظاہری نے لکھا ہے۔[۳۴]

بعض منکرین کا کہنا ہے: کہ قرآن میں جنوں کا ذکر ہے اس سے مراد الگ کوئی مخلوق نہیں بلکہ ''انسانی بہیمی قوتیں'' مراد ہیں، اور بعض دفعہ پہاڑی اور جنگلی قوتیں مراد ہیں، جبکہ جن کا مطلب ہے کہ: چھپی ہوئی چیز، اور جنات کے وجود کے ساتھ اس کی مناسبت یہی ہے کہ وہ چھپی ہوئی مخلوق ہے، جو بالعموم دکھائی نہیں دیتی، تمام معتبر کتب

لغت؛ جیسے لسان العرب، صحاح، مفردات امام راغب، قاموس اور تاج العروس وغیرہ میں لفظِ جن کا یہی معنی ہوا ہے۔ اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ یہ نظر نہیں آتے، حالانکہ ضروری نہیں کہ جو چیز نظر نہیں آتی اس کا وجود ہی نہ ہو، تو سائنسی طور پر اکثر ثابت شدہ کئی خصائص عام انسانی مشاہدے میں نہیں آتے۔

نیچریوں اور دہریوں نے جہاں فرشتوں اور معجزوں کا انکار کیا ہے وہاں جنوں کا بھی انکار کیا ہے، قسطلانی نے کہا ہے: جنوں کا وجود قرآن و حدیث، اجماعِ امت اور تواتر سے ثابت ہے، فلاسفہ اور نیچریوں کا انکار قابلِ اعتبار نہیں۔[۳۵] جبکہ بعض علماء نے تو اس حد تک وضاحت فرمائی ہے کہ جن مخلوق ان کے ہاں حدیث پڑھنے کے لیے باقاعدہ حاضر ہوا کرتی تھی، مثلا مولوی بدیع الزمان صاحب مرحوم نے ایک مسلمان جن سے حدیث سنی تھی، جنہوں نے خاص آنحضرتؐ سے سنی تھی، اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے جنوں کو دیکھا ہے ان سے حدیث سنی ہے۔ اور شیخ حافظ عبد العزیز صاحب مرحوم لکھنویؒ بیان کرتے ہیں: کہ ان کے پاس ایک جن حدیث پڑھنے آیا کرتے تھے۔[۳۶]

مولانا صلاح الدین یوسف رقم طراز ہیں: مشرکین جب مکہ سے روانہ ہوئے تو انہیں اپنے حریف قبیلے بنی بکر بن کنانہ سے اندیشہ تھا کہ وہ پیچھے سے انہیں نقصان نہ پہنچائے، چنانچہ شیطان بن مالک کی صورت میں آیا جو بنی بکر بن کنانہ کے ایک سردار تھے۔

گویا اس سے تاثر ملتا ہے: کہ کسی شیطان جن نے بن مالک کی صورت اختیار کرلی تھی، اصل بن مالک نہ تھا، مگر میرے خیال میں یہ شیطان کا خیال کا کردار ادا کرنے والا خود بن مالک ہی تھا، گویا جن ہو یا انسان اس کا کردار معصیت الٰہی کا مرتکب ہوگا، تو وہ شیطان ہی کہلائے گا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”اس طرح ہم نے شیطان کو چاہے انسانوں سے ہو یا جنوں میں سے ہر نبی کا دشمن بنایا“۔[۳۷]

اسی طرح سورت سبا کی آیات ۱۲۔۱۳ اور سورت انبیاء کی آیات ۸۱۔۸۲ کو ملا کر دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ جنات کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کیا یعنی انہوں نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ اب کئی جہتیں ہیں یا تو مان لیا جائے کہ:

۱: وہ دیگیں بناتے تھے لیکن ان اعمال کی کیفیت معلوم نہیں۔

۲: یا پھر یہ مان لیا جائے کہ وہ مادی روپ اختیار کرکے سب اعمال سرانجام دے رہے تھے۔

۳: یا پھر جیسے جنات و شیاطین کے الفاظ عرب میں رائج رہے، جیسے اسلامی ادب میں منصوص ہے کہ: کتوں اور سانپوں کے لیے بھی یہ الفاظ مستعمل رہے، بعید نہیں کہ ان سے مراد وہاں وحشی، جنگلی یا پہاڑی یا صحرائی انسان مراد ہوں، یا فرشتے جیسا کہ عربوں نے فرشتوں کو بھی جن سمجھا:

اور ان لوگوں نے اللہ ان کے درمیان بھی قرابت داری ٹھہرائی ہے، حالانکہ خود جنات کو معلوم ہے کہ (اس عقیدے کے) لوگ (عذاب کے سامنے) پیش کیے جائیں گے۔[۳۸]

۴: یا پھر ایسی مخلوق جن سے ان کاموں میں اعانت ہوتی ہو، اگرچہ ان احتمالات کو مان لینے میں ان جنات کے وجود کا ارتقاء لازم نہیں آتا، جن کی غلط تاویلیں نیچریوں اور دہریوں نے کی ہیں جن کے بارے میں مندرجہ ذیل آیات وارد ہیں: "میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سب سے بھروں گا"[۳۹]

"اور اس سے پہلے ہم نے جنات کو لو والی آگ سے پیدا کیا"۔[۴۰]

جنات ایک مکلف مخلوق ہے، اس بات کا ثبوت گزشتہ کتب میں وارد ہے، تورات میں اس کی صراحت موجود ہے کہ: حضرت سلیمان نے صور کے بادشاہ سے حیدونی قوم کے آدمی جنگل سے لکڑیاں کاٹنے کے لیے مانگے تھے، چنانچہ یہ قبائل اور جبلیم یعنی پہاڑی قبائل ان کے لیے لکڑیاں کاٹتے اور پتھر تراشتے تھے ان کے علاوہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فلسطین کے پہاڑی اور جنگلی (غیر اسرائیلی) قبائل میں سے ستر ہزار آدمیوں کو بطور مزدور اور دس ہزار کو درخت کاٹنے اور پتھر تراشنے پر متعین کیا تھا۔[۴۱]

مگر یہ بات کم از کم عجیب ہوگی ان الفاظ سے اور مجموعی فہم سے بعید ہوگی، بالخصوص جب سورہ سبا کی آیات ۱۲۔۱۳ "اور اس کے رب کے حکم سے بعض جنات اس کی ماتحتی میں اس کے سامنے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو بھی ہمارے حکم کی سرتابی کرے ہم ان اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کے مزے چکھائیں گے، جو کچھ سلیمان چاہتے وہ جنات تیار کر دیتے (مثلاً) قلعے اور خوضوں کے برابر لگن اور چولہوں پر جمی ہوئی مضبوط دیگیں"۔ ان سے استدلال کرتے ہوئے باقی احتمالات کو بالائے طاق رکھ کر ان سے مراد مطلقاً جنات اصلی یعنی مکلف مخلوق ہی مان لیا جائے جن سے ان کے اداوار میں تصریف کا جواز بنے، جبکہ نصوص سے ہی یہ حقائق منکشف ہوئے ہیں کہ وہ صرف وسوسہ کے ذمہ دار ہیں، اور غالباً مزعومہ مادی تصرف جیسے اہم اشیاء کی ٹھکانہ بدلی کے لیے انسان (شیطانی طبیعت والوں) کے محتاج ہیں۔

راقم کی فہم میں اس مقام پر صرف ایک احتمال کو حقیقی سمجھ کر انسانوں کو جناتی تصرفات کے ہونے کا اہل مان لینے کا ایک مغالطہ لاحق ہوا ہے، جب احتمالات کئی ہیں تو دیگر کو بھی ملحوظِ خاطر رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ہے: "جس کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بول اٹھا: کہ آپ پلک جھپکائیں اس سے بھی پہلے میں اسے آپ کے پاس پہنچا سکتا ہوں، جب آپ نے اسے اپنے پاس موجود پایا تو فرمانے لگے: یہی میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری، شکر گزار اپنے ہی نفع کیلئے شکر گزاری کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے پرواہ اور کرم کرنے والا ہے، حکم دیا کہ اس کے تخت کی صورت بدل دو تا کہ معلوم ہو جائے کہ یہ راہ پالیتی ہے یا ان میں ہوتی ہے جو راہ نہیں پاتے، پھر جب وہ آگئی تو اس سے کہا گیا کہ ایسا ہی تیرا بھی تخت ہے؟ اس نے جواب دیا: کہ یہ گویا وہی ہے، ہمیں اس سے پہلے ہی علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے"۔[۴۲]

حذف و اختصار قرآن کے اسلوب میں سے ہے۔ اللہ تعالی مقصد کی بات فرماتے ہیں، درمیانی کڑیاں فراموش فرما دیتے ہیں۔ جب اس کی وضاحت کے لیے کوئی نص ہی نہیں سب نے اپنے اپنے گمان کے مطابق دلائل کا سہارا ہی لیا ہے؛ تو میری دانست میں اگر اس کو معجزہ سلیمان علیہ السلام ہی مانا جائے تو ''عندہ علم'' سے مراد فرشتہ ہونا چاہیے؛ کیونکہ امورِ کائنات کا کام فرشتوں کے ذمہ ہے، معجزہ پیغمبر میں بالاولی فرشتہ ہونا چاہیے نہ کہ جن من نار السموم۔

اسی طرح ایک مغالطہ مندرجہ ذیل آیت سے اہلِ علم کو ہوتا ہے: کہ جب وہ صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں، احتمالات کو نظر انداز تو نہیں کیا جا سکتا جب عفریت من الجن نے کہا: "آپ اپنی مجلس سے اٹھیں اس سے پہلے ہی پہلے میں اسے آپ کے پاس لا دیتا ہوں"۔[۴۳]

اب مجلس ہمارے عہد کی تو نہیں۔ یہ گھنٹوں پر بھی محیط ہو سکتی ہے، بعید نہیں کہ دنوں پر محیط ہو، ممکن ہے یہ معمول سے ہٹ کر کوئی ماہانہ سالانہ مجلس (مقام) ہو، پھر یمن (ملکِ سباء) سے شام کا فاصلہ ڈیڑھ ہزار میل طے کرنا اس عفریت کو اس لیے بھی آسان لگتا ہو کہ ہوائی تسخیر کی وجہ سے سلیمانؑ کے ذرائع ابلاغ اور نقل و حمل کو ذہن میں رکھے بیٹھا ہو، یقینی بات ہے یہ کام ماتحت نے ہی کرنا تھا مگر یہاں اسباب کے تصرف کا احتمال بھی ہے، ضروری نہیں کہ یہی گمان کر لیا جائے کہ عفریت من الجن اپنی طاقت کے بل پر مکمل بھروسہ کر کے جواب دے رہا تھا اور اسبابِ سرکار اس کی نظر میں نہ تھے۔

اسی طرح ایک مغالطہ مندرجہ ذیل حدیث ترمذی سے بھی اہلِ علم کو ہوا ہے: عَنْ عَلْقَمَةَ، قَالَ: قُلْتُ لِابْنِ مَسْعُودٍ: هَلْ صَحِبَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الجِنِّ مِنْكُمْ أَحَدٌ؟ قَالَ: مَا صَحِبَهُ مِنَّا أَحَدٌ وَلَكِنْ قَدْ افْتَقَدْنَاهُ ذَاتَ لَيْلَةٍ وَهُوَ بِمَكَّةَ[۴۴]

یہ اس وقت کی بات ہے جب ایک رات ہم نے آپؐ کو غائب پایا، ہم نے کہا: آپ کو اغوا کر لیا گیا یا اڑا لیے گئے ہیں، ہم نے مضطرب رات گزاری، صبح جب ہم نے اچانک آپؐ کو دیکھا کہ حرا کی جانب سے تشریف لا رہے ہیں آپ ﷺ سے تشویش کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس جنوں کا قافلہ آیا تھا تو میں ان کے ساتھ قرآن سنانے گیا تھا، پھر آپ ﷺ اٹھ کر چلے گئے اور ان کے آگ کے نشانات (بطورِ ثبوت) دکھائے"۔ پھر جب انہوں نے خوراک کے بارے میں پوچھا آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہاری خوراک ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور وہ تمہارے ہاتھ میں آتے ہی گوشت سے بھرپور ہو جائے گی، اور تمہارے جانوروں کا چارہ مینگنیاں ہیں پھر آپؐ نے فرمایا: تم ان دونوں چیزوں سے استنجاء مت کرو؛ یہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے"۔[۴۵]

بعض حضرات نے یہ تاثر دیا ہے کہ صحابہ کرام بالخصوص ابن مسعود نے آپؐ کے ہمراہ جنات کا مشاہدہ کیا تو اس حدیث میں ابن مسعود کا انکار صاف ظاہر ہے، وجود کا انکار اور بات ہے ان کا انسانوں سے Interaction اس حد تک باور کرانا ایک اور بحث ہے: کہ انسان ان سے باتوں کا دعوی کرے جنات کے نشانات آپؐ نے دکھائے نہ کہ صحابی نے ان نشانات کا جنات سے متعلق ہونے کا از خود دعوی کیا ان نشانات کی نوعیت غیر واضح ہے، بعینہ جیسے ہماری ایک خوراک آکسیجن ہے اسی طرح جنات کے جانوروں کی جو خوراک آپؐ نے بتائی اسکی کیفیت کی وضاحت نامعلوم ہے یعنی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ: گوشت ہماری طرح کھاتے ہیں یا ان کے جانور میگنیاں ہمارے جانوروں کی طرح کھاتے ہیں۔

اسی طرح ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ: آپؐ سے اجازت لے کر ایک صاحب خندق کے موقع پر گھر لوٹے تو اپنی بیوی کو گھر کے دروازے کے اندر کھڑے دیکھا تو اس سے برہم ہوئے تو بیوی نے کہا: ذرا اندر جھانکیے اور الفاظ حدیث ہیں: وہ شخص گھر داخل ہوا تو دیکھا ایک بڑا سانپ کنڈلی مارے بچھونے پر بیٹھا ہے، اس نے نیزہ اٹھایا پھر وہ سانپ اس پر پلٹا، نہیں معلوم پہلے کون مرا سانپ یا نوجوان۔ آپ ﷺ کو علم ہوا تو فرمایا: اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو اور نصیحت فرمائی: "بلاشبہ مدینہ میں جنات کا ایک گروہ مسلمان و مطیع ہو گیا ہے، پس جو کوئی ان میں سے کسی کو دیکھے تین دن تک انہیں اطلاع دے اگر وہ بعد میں بھی نظر آئے تو اسے مار دے کیونکہ وہ شیطان ہے"۔[۴۶]

اس حدیث سے یہ تاثر کیونکر پیدا ہوتا ہے کہ بعد میں جنات سانپوں نے یا مسلمان جنوں نے انتقاما اس صاحب کو مار ڈالا ہو، ویسے بھی بات واضح ہے کہ: جن سانپ عرب استعمال کرتے تھے، اور حیۃ کا لفظ حدیث کے آغاز میں بعد ازاں وارد لفظ جن کی وضاحت کر دیتا ہے، اور پھر ممکن ہے کہ: وہ سانپ ہوں اور اسلموا بمعنی مطیع و فرمابردار

لیا جائے تو عوام سانپ ہوں جو بے ضرر ہوتے ہیں، یا پھر گھروں میں رہنے والے سانپ مانوس ہو گئے ہوں باوجود زہریلا ہونے کے، اور اس حدیث میں یہ امکان واضح ہے کہ: جب صاحب بیت نے اسے نیزے پر پرویا تو مضطربانہ حالت میں اس نے بھی اسے ڈس لیا نہ وہ سانپ نیزے کی بعد ازاں تاب نہ لا سکا اور نہ ہی وہ صاحب اسکے زہر کی تاب لا سکے لہذا خوامخواہ لازم نہیں آتا کہ اس سانپ سے جن مکلف مخلوق مستنبط کیا جائے جو مسلمان بھی ہو اس شخص کو انتقاماً مار ڈالا گیا ہو۔

شیاطین جنات کا اشیاء کو ٹھکانہ بدلی کرنے کا تاثر ایک مشہور واقعہ حدیث سے بھی قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو کہ بخاری میں نقل ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ابوہریرہ کو مال زکوۃ پر متعین فرمایا اور پھر صحابی بیان کرتے ہیں کہ: فاتانی: میرے پاس ایک آنے والا آیا، اور بھی کسی جگہ ملتی جلتی روایت موجود ہے، اور وہ مال چرانے والا تین متفرق بار مال چرانے آتا رہا اور پکڑا جاتا رہا اور عیال اور عسیر ہونے کا رونا رو کر جاتا رہا، اور آخری بار آیۃ الکرسی کی فضیلت بھی بتائی گئی، اور آپ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا: "اگرچہ وہ جھوٹا تھا لیکن تم سے یہ بات سچ کہہ گیا اے ابو ہریرہ، تم جانتے ہو کہ کون تم سے تین راتیں مخاطب ہوتا رہا، کہا: نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ شیطان تھا"۔

اب اس واقعہ سے لازماً یہ تاثر دینا کہ آنے والا کوئی جن تھا جس نے شیطان انسان کا روپ لے لیا، ہرگز درست نہیں بلکہ وہ کوئی انسان ہی تھا، اور اسکی بد عملی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اسے شیطان فرمایا اور ابلیس؛ کیونکہ وہ ابو الجنات ہے، اور ابو الشیاطین بھی ہے، لہذا جو انسان گمراہ ہوگا تو وہ اسی کا حزب اور جنود میں نمائندہ سمجھا جائے گا، یہاں لفظ شیطان وسیع ہے جنوں اور انسانوں کے لیے استعمال ہوا ہے، لہذا میری دانست میں یہ کوئی شخص ہی تھا۔

اسی طرح ایک اور حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے جس سے راقی حضرات جنوں کے مریضوں میں جنات سے مخاطب ہونے کا دعوی کرتے ہیں ابن ابی العاص نے کہا: کہ مجھے نماز میں ادھر ادھر کے خیال آتے ہیں اور یاد نہیں رہتا کہ کیا پڑھتا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے بٹھا کر اپنا لعاب میرے منہ میں ڈالا اور (شیطان کو مخاطب کر کے فرمایا) اخرج عدو اللہ یعنی اللہ کے دشمن نکل جا، صحابی بیان کرتے ہیں انہیں فاقہ ہوا۔[۴۷]

حالانکہ یہ اخرج عدو اللہ کہنا ایک طرفہ عمل تھا اور کسی جن نے جواب نہیں دیا بلکہ جواباً صحابی کو وسواس اور بے توجہی سے نماز میں افاقہ ہوا، لہذا یہ سمجھنے کی بجائے کہ جن شیطان راقی سے بزبان مریض بات کرتا ہے، یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ مریض اس اندرونی شیطان سے متاثر ہو کر از خود بات کر رہا ہے، اور اپنے وسواس یا خبثِ باطن کے

نتائج کی (اپنی طبع پر) خبر دے رہا ہوتا ہے، مگر تعجب ہوتا ہے جب یہ کہا جاتا ہے: کہ کرسی پنکھا جن میں آسیب زدہ ہوگئے ہیں یہیں سے جعلی عاملوں کا غلو شروع ہوتا ہے، اور اہلِ علم کا بغیر غور کیے ایسی غیر درست تاثرات کی تائید ایسے لوگوں کے لیے تقویت کا سبب بنتی ہے، اور عوام الناس اس تائید کے مغالطے میں ایسے لوگوں کی چالوں کا شکار ہو کر ان کے مرید ہو جاتے ہیں۔

نتیجہ: قرآن و حدیث کے ادب میں جن یا شیطان کے الفاظ سے مراد محض مکلف مخلوق جنات کے علاوہ بھی بہت کچھ مراد ہے، جسے سمجھے بغیر جن احادیث میں ان الفاظ کا ورود ہوا ہے؛ ان احادیث کے مفہوم میں انسانی مغالطے پیدا ہوئے ہیں، لہٰذا ان الفاظ سے دیگر کیا مراد ہو سکتی ہے، اس کا بھی جائزہ لینا جان از بس ضروری ہے۔

کسی انسان کا گلہ دبانا اور اشیاء کا منتقل کرنا، یا کسی کو اذیت دینا کسی جن کے بس میں نہیں حتیٰ کہ گنہگاروں کو بھی، جس کا وہ اقرار قیامت کے دن از خود یوں کرے گا: وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي[۴۸]

اس سے معلوم ہوا شیطان جن صرف بلاتا ہے اور اس مقصد کے لیے براہ راست وسوسہ اندازی کرتا ہے، یا بالواسطہ کسی انسان کو آسیب زدہ کر کے، یا وسوسہ ڈال کر دوسرے انسانوں کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے، ایک مثال سورت انفال آیت ۴۸ میں گزری ہے، اور جو شخص اس کی وسواسائی تحریک پر لبیک کہتا ہے، اسی پر اس کا تصرف ہوتا ہے، اور تصرف میں انسان خود سپردگی کا ذمہ دار خود ہوتا ہے، پھر یہ شیطان انسان پر بتدریج اثر انداز ہوتا ہے، جس کا اقرار خود اس نے کیا ہے: قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ۔ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ[۴۹]

صلحاء اور متقین پر اس کا "وارد" ہونا اور بات ہے، جبکہ "تصرف کرنا" دوسری بات ہے، جو کہ استعاذہ اور ذکر الٰہی کی بدولت شیطان جنات و انس وسوسائی تحریک کو پسپا کر دیتے ہیں، اور مزید کسی قسم کے نقصان سے اللہ کی رحمت سے محفوظ رہتے ہیں، جبکہ عوام الناس جو ذکر الٰہی اور استعاذہ کا اہتمام نہیں کرتے وہ ان وساوس کا شکار با آسانی ہو جاتے ہیں اور بعد میں طرح طرح کے توہمات اور خدشات کا شکار ہو کر ان جاہلوں اور عامل بابوں کی جہالت کا شکار ہو جاتے ہیں جن کا ہم اکثر روزانہ ہی مختلف طرق سے مشاہدہ کرتے ہیں۔

مراجع وحواشی

۱۔ سورت: ص آیت ۸۲، ۸۳　۲۔ سورت: فصلت آیت، ۳۶　۳۔ سورہ انعام: ۱۱۲
۴۔ سورہ نحل: ۹۹　۵۔ سورہ ابراہیم: ۲۲
۶۔ مسلم، مسلم بن حجاج القشیر حدیث نمبر ۱۶۵۲، باب النهي عن ترك النار في البيت عند النوم ونحوه سواء كانت في سراجٍ أو غیرہ
۷۔ سورہ اعراف: ۲۰۱　۸۔ سورۃ جن: ۹،۸　۹۔ سورہ تحریم: ۶
۱۰۔ سورہ رحمان: ۳۳　۱۱۔ سورۃ رعد: ۱۱　۱۲۔ سورہ الاعراف: ۱۲۹
۱۳۔ سورہ طہٰ: ۱۲۰　۱۴۔ سورہ طہٰ: ۶۶
۱۵۔ مفردات القرآن (اردو) ج اول ص ۲۱۶ امام راغب اصفہانیؒ ترجمہ و حواشی شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہ فروز پوری اسلامی اکیڈمی الفیصل مارکیٹ اردو بازار لاہور
۱۶۔ مستدرکِ حاکم ج ۲ ص ۳۷۰، مشکوۃ للالبانی ۴۱۴۸، طبرانی کبیر ۵۷۳۱
۱۷۔ مسلم کتاب السلام ۵۸۲۸　۱۸۔ بخاری کتاب بدء الخلق ۳۳۱۳　۱۹۔ سورہ نمل آیات: ۱۰
۲۰۔ ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷ نمل آیات ۱۰　۲۱۔ ایضاً　۲۲۔ مختصر تفسیر طبری نمل آیت ۱۰ حاشیہ ۱۰
۲۳۔ ایضا، قصص ۳۱ حاشیہ ۳۱
۲۴۔ قصص آیت ۳۱ ص ۳۵۰ تشریح و تفسیری مطالب تدریس لغۃ القرآن ج 7 پروفیسر ابو مسعود حسن علوی اسلامک ریسرچ اکیڈمی لاہور پاکستان
۲۵۔ بخاری بدء الخلق قول اللہ عزوجل ج ۴ ص ۴۸۳، ترجمہ شرح محمد داؤد راز مکتبہ اسلامیہ لاہور۔
۲۶۔ دیکھئے: بخاری اردو ترجمہ الحماد ج ۳ ص ۴۹۵ مکتبہ دار السلام، لاہور　۲۷۔ بخاری اردو ترجمہ الحماد ج ۳ ص ۴۹۵ مکتبہ دار السلام
۲۸۔ مسلم حدیث ۲۲۳۶ کتاب السلام باب قتل الحیات وغیرھا　۲۹۔ لغات الحدیث عربی اردو، ج، دوم، ص ۵۴۴
۳۰۔ سورۃ انعام: ۱۱۲　۳۱۔ سورہ صافات: ۶۵　۳۲۔ تیسیر القرآن حاشیہ ۳۹ صافات، ص ۷۳
۳۳۔ مفردات القرآن ج، اول ص، ۵۶۹، امام راغب اصفہانی ترجمہ و حواشی شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہ فیروز پوری، اسلامی اکیڈمی الفیصل مارکیٹ لاہور
۳۴۔ ابن حزم، ج، ۳، ص، ۱۷۹
۳۵۔ تشریح، بدء الخلق ذکر الجن وثوابهم وعقابهم، ترجمہ و تشریح، محمد داود راز، ج، ۴ ص، ۴۸۲ مکتبہ اسلامیہ
۳۶۔ دیکھیے: لغات الحدیث، ج، اول، ص، ۳۴۷، عربی اردو حضرت علامہ وحید الزمانؒ، نعمانی کتب خانہ، اگست ۲۰۰۵ لاہور
۳۷۔ سورۃ انعام: ۱۱۲　۳۸۔ سورہ صافات: آیت ۱۵۸　۳۹۔ سورہ سجدہ آیت ۱۳
۴۰۔ سورہ الحجر: ۲۷
۴۱۔ دیکھیے: کتاب سلاطین و کتاب تاریخ الامم: بحوالہ لغات القرآن، مادہ، ج، ن ن، ج اول، ص ۷۴۴ ادارہ طلوع الاسلام ۲۵۔ بی گلبرگ لاہور ۱۹۶۰ء
۴۲۔ سورہ النمل: ۴۰، ۴۱، ۴۲　۴۳۔ النمل آیت ۳۹
۴۴۔ سنن ترمذی، ج ۵، ص ۲۸۵، مکتبہ دار الغرب الاسلامیہ بیروت، طبع ۱۹۹۸
۴۵۔ ترمذی کتاب التفسیر، حدیث ۳۲۵۸　۴۶۔ مسلم کتاب السلام باب قتل الحیة وغیرھا حدیث: ۲۲۳۶
۴۷۔ ابن ماجہ، کتاب الطب، حدیث ۳۵۴۸　۴۸۔ سورہ ابراہیم: ۲۲
۴۹۔ سورت: ص آیت ۸۲، ۸۳